

مقالات

ورثہ اسلامیہ کا ایک باب

تصوف اسلام ڈاکٹر نکلسن کی نگاہ میں

ترجمہ و تحشیہ جناب ذوقی شاہ صاحب

جناب ذوقی شاہ صاحب کا لچپ سلسلہ مضامین "مکتبہ سادی پرائیک نظر" ان کی ناسازگاری کی وجہ سے رک گیا ہے۔ امید ہے کہ عنقریب یہ سلسلہ پھر جاری ہو جائے گا۔ سر دست انہوں نے ورثہ اسلامیہ The legacy of Islam کے اس باب کا ترجمہ اپنے حواشی کے ساتھ ہمارے پاس بھیجا ہے جس میں پروفیسر ڈاکٹر نکلسن نے تصوف اسلام پر اپنی تحقیق کے نتائج پیش کئے ہیں۔ ایک حد تک یہ مضمون اس رسالے کے دائرہ بحث سے ہٹا ہوا ہے۔ مگر ہم اس غرض کے لئے اس کو شائع کرتے ہیں کہ ایک طرف اسلام اور اسلامی تحریکات کے متعلق مغربی محققین کا مبلغ تحقیق معلوم ہو، اور دوسری طرف خواہی ان کمزور سوں کا حال بھی ہم پر روشن ہو جائے جن کی وجہ سے غیروں کو اسلام اور اہل اسلام پر طعن کا موقع ملتا ہے تصوف کو سمجھنے میں ڈاکٹر نکلسن نے جو غلطیاں کی ہیں ان کو فاضل ترجمہ نے اپنے حواشی میں مختصراً واضح کر دیا ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی ضرور ہے کہ متاخرین کا تصوف جن جن سال میں اسلام کے مرکز سے منحرف ہو گیا ہے، ان کو ہمارے صوفیہ سمجھیں اور کتاب اللہ و سنت رسول کی طرف رجوع کریں۔ ایڈیٹر۔

(یعنی ورثہ اسلامیہ مولف The Legacy of Islam)

مقدمہ از ترجمہ ادوی لگیسی آف اسلام

سرنامس آزلہ (آنجہانی) اور مسٹر الفریڈ گلیوم Alfred Guill aume ایک حال کی تالیف ہے جو انگلستان کے آکسفورڈ یونیورسٹی پریس سے حال میں شائع ہوئی ہے اس کتاب میں اسلام کے مختلف پہلوؤں پر یورپین صحافت سے نظر ڈالی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ اسلام کا یورپ پر کیا اثر پڑا مختلف ابواب مختلف مستشرقین یورپ کے قلم سے نکلے ہیں جس شخص کو جن مضمون کے ساتھ زیادہ مناسبت تھی اس نے اسی مضمون پر قلم اٹھایا اور مؤلفین نے ان مضامین کو کتاب کی صورت میں ترتیب دیکر ایک دیباچہ کا اضافہ کر دیا اس کتاب میں تصوف پر بھی ایک باب ہے جو مسٹر آر۔ اے۔ بیکسن کا لکھا ہوا ہے مسٹر کنن کیمرج یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر ہیں اور فارسی و عربی میں اتنی استعداد رکھتے ہیں کہ تصوف کی کتابوں کا بخوبی مطالعہ کر سکیں چنانچہ ان کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس فن میں ان کا مطالعہ وسیع ہے اور انہوں نے مسائل تصوف کے سمجھنے میں اپنی بھاری قابلیت کو بھی پوری قوت سے صرف کر دیا ہے مگر تصوف ان چیزوں میں سے نہیں جو محض مطالعہ کتب سے سمجھیں آسکتی ہیں۔ جب تک روحانیات سے کسی شخص میں فطری مناسبت نہ ہو اور تصوف کے عملی پہلو سے وہ کبھی اور مالی آگاہی حاصل نہ کرے اس فن لطیف کی باریکیاں کما حقہ اس کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔

اسلامی مسائل پر مستشرقین یورپ کی بیشتر تحریریں دیکھنے کے بعد مندرجہ ذیل نتائج میں سے کسی ایک نتیجے پر لازمی طور پر آنا پڑتا ہے۔

(۱) باوجود علم و فضل کے بے چوڑے دعویٰ کسان لوگوں میں اب تک صحیح اسلام کے سمجھنے کی صلاحیت

پیدا نہیں ہوئی۔

(۲) یا یہ لوگ دیدہ و دانستہ اسلام کو پرنا بنا کر پبلک کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۳) یا پھر ہم یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ یہ لوگ اسلام کا مطالعہ تحقیق حتیٰ کی نیت سے نہیں کرتے بلکہ

جاسوس بن کر دشمنی کی نگاہ اس پر ڈالتے ہیں اور اسے توڑ موڑ کر دوسروں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

یہ لوگ غلط مبادیات سے ابتدا کرتے ہیں اور غلط نتائج پر آتے ہیں۔ اسلام کو غلط معیار سے پرکھتے ہیں اور خود اپنی ہی غلطیوں کا شکار ہو جاتے ہیں جس سزا سے وہ فلسفہ کو دیکھنے کے عادی ہیں اسی سزا سے نزدیک بھی دیکھتے ہیں حالانکہ فلسفہ اور مذہب دو مختلف چیزیں ہیں فلسفہ کوشش انسانی کا نتیجہ ہے۔ مذہب حق تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت ہے۔ محدود انسانی معلومات ناقص انسانی تجربوں کو تاہم نظر ضعیف البصر اور خام عقل انسانی کے تنگ و تاریک دائرہ احوال میں استدلال کے پائے چوہن کی گردشوں پر فلسفہ کے وجود کا انحصار ہے اور وحی الہی کی ہدایت بخش روشنی پر مذہب کا دار و مدار ہے دونوں چیزیں مختلف برتاؤ کا مطالبہ کرتی ہیں مگر جس قوم نے وحی الہی ہی کو بھی تک نہ سمجھا ہو اور جس کی علمی روشنی خالق و مخلوق کے صحیح تعلقات باہمی کی جانب رہنمائی کرنے میں ظلمت کا حکم رکھتی ہو اس قوم کے افراد اپنی ہی روش پر قائم رہ کر ایک بچے مذہب کے متعلق صحیح اصول پر کامیابی کے ساتھ تحقیقات نہیں کر سکتے۔ فی حثوٰیہ ص ۱۶۵

ایک بڑی غلطی جس میں یہ لوگ اکثر الجھا کرتے ہیں یہ ہے کہ اسلام کو وہ ایک جدید مذہب سمجھتے ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس مذہب کا بانی قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کا یہ موقع نہیں۔ بالاجمال اس قدر کہدینا کافی ہے کہ اسلام نہایت قدیم مذہب ہے۔ جس مذہب کی اشاعت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے کی وہ اسلام ہے اور اسی مذہب کی اشاعت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کی۔ ان آدم تا این دم جہاں انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات ہیں اصولاً کوئی اختلاف نہیں۔ صرف فرعی اختلافات ہیں جو ضرورت وقت اور مصلحت الہی پر مبنی ہیں عقاید اصول کے تحت میں آتے ہیں اور ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ انبیاء و مرسلین حق کی تعلیمات کے اثرات سے نہ حکماء یونان و روم سے نہ یہاں عیسوی، نہ جوگیان ہند اس حقیقت سے دیگر اقوام کے محققین بھی نا آشنا نہیں۔ چنانچہ القرطبی و دیگر کتب کتاب تاریخ فلسفہ کے صفحہ ۱۶۳-۱۶۵ پر لکھتے ہیں کہ :-

دیسح الخیال اصحاب غور و فکر مثلاً ماڈرنس (Moderatus) نکومیکس

(Nichomacus) اونیومینس (Numenius) موسیٰ علیہ السلام کو یہودی

افلاطون اور افلاطون کو یونانی موسیٰ کہنا پسند کرتے تھے۔

پھر صفحہ ۱۸۶ پر وہ لکھتے ہیں کہ :-

کوئی شخص افلاطون اور عیسائیت میں بعض مماثلتوں کو تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان مماثلتوں

میں سے بعض اتنی قریبی اور ملتی جلتی ہیں کہ ان میں ذرا سا بھی اختلاف نظر نہیں آتا ان مماثلتوں کی

وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ کثرت محققین غلطی سے اس امر پر متفق ہیں کہ افلاطون کا ماخذ عبارات کتب عہد

عربی میں - سنہ

یہ ضرور ہے کہ ان لوگوں نے حق میں اپنی طرف سے باطل کی بھی آئینرش کرنی، یقیناً میں غلطیاں کوشال

کریا اور سچی تعلیمات کی اصلی صورت کو اپنی غلطیوں سے بگاڑ دیا۔ حق کو باطل کی آئینرشوں سے دور کرنے ہی کے لیے

اور سابقہ ناکمل تعلیمات کی تخیل کی غرض سے ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے ایسی صورت

میں مسلمانوں اور فرقہ ہائے سلطنت کے افعال و اقوال میں کہیں کہیں صورتی شاہت یا معنوی مماثلت نظر آجائے تو اس کے

یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ اسلام میں کوئی غیر اسلامی چیز بھی اگر شامل ہوئی ہے۔ حق بات کہیں بھی ہو مومن کی نگاہ سے

کیونکہ وہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پروفیسر نکلسن اپنے مضمون میں جا بجا اپنی قیاسی کھینچ تان سے جو یہ بیان

کرتے چلے گئے ہیں کہ مسلمان صوفیہ نے فلاں زمانے میں فلاں خیال فلاں گروہ سے انڈ کیا یہ ان کی نادانی

ساوہ لوجی اور یورپین ذہنیت کا نتیجہ ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ فلسفہ کی طرح مذہب بھی امتداد زمانہ سے اپنے

لے لے کر چلتا ہے (Alfred Weber) (فرانس میں اسٹراس برگ یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں۔ ان کی کتاب تاریخ

فلسفہ کا انگریزی ترجمہ لائیکس گرہن اینڈ کمپنی) Longmans Green & co نے لندن میں ۱۹۱۹

میں شائع کیا۔ (ذوقی)۔

ستعین کی قابلیت اور تجربوں کے ساتھ اپنی صفات ذاتی میں ترقی کرتا چلا آتا ہے۔

ایک اور بات بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتی قاعدہ یہ ہے کہ ہر چیز اپنے زمانے میں اپنی امت کو تعلیم

اس طریقے سے دیتا ہے جسے آجکل انگریزی اصطلاح میں ڈائریکٹ میتھڈ (Direct Method

کہتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ نبی نے خود وضو کر کے تبادلیا کہ وضو اس طرح کرتے ہیں نماز پڑھ کر تبادلی کہ نمازیوں پر

ہیں۔ لوگ ان باتوں کو بہت آسانی سے حاصل کرتے ہیں اور اس حصول میں انہیں نہ کتابوں کے مطالعہ

کی ضرورت پڑتی ہے نہ وہ اصطلاحات کے محتاج ہوتے ہیں۔ مگر بعد کے زمانوں میں ان امور کی

وضاحت کے لئے اصطلاحات وضع کرنے کی بھی ضرورت پیش آتی ہے اور کتابوں کے لکھنے کی

بھی۔ زمانہ جس قدر قرن اول سے بعد اختیار کرتا جاتا ہے اسی قدر اصطلاحات اور تصانیف میں

وضاحت کی بھی زیادہ ضرورت محسوس ہوتی جاتی ہے پہلے زبان وجود میں آتی ہے بعد میں اس کی

صرف و نحو لکھی جاتی ہے۔ اور مختلف طلباء کی قابلیت کے لحاظ سے مختلف انداز سے بیان کی جاتی ہے یہی

سبب ہے کہ عموماً متقدمین کی تصانیف تصوف میں اجمال اور متاخرین کی تصانیف میں تفصیل پائی

جاتی ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ جو کچھ متاخرین نے لکھا ہے وہ اہل چیز میں اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے

بلکہ ہر شخص اپنی قابلیت کے مطابق اپنے زمانے کے لوگوں کی ذہنیت اور استعداد کو مد نظر رکھ کر اصلی

چیز ہی کو خوب وضاحت اور صفائی اور عمدگی سے ہو سکتا ہے بیان کرتا ہے۔ امام غزالی نے اگر تصوف

کو اس انداز سے بیان کیا کہ جو لوگ پہلے اس سے منحرف تھے وہ اس کے دلدادہ ہو گئے تو یہ امام غزالی

کے انداز بیان کی خوبی ہے نہ یہ کہ انہوں نے فو ذبا لہذا اپنی طرف سے تصوف یا اسلام کی صورت کو لپیٹا

ہو۔ قرآن شریف کی کتابت میں پہلے اعراب نہ دئے جاتے تھے بعد میں ضرورت متعین ہوئی کہ اعراب

دئے جائیں۔ اس سے اگر کوئی یورپ والا نتیجہ نکالے کہ قرآن میں زیر بر پیش کا بعد میں اضافہ

ہوا تو یہ بات اس کی اتہاد درجہ کی نادانی پر دلالت کرے گی۔ افسوس ہے کہ اس قسم کی لغزشیں

پروفیسر نکلسن سے بھی سرزد ہوئی ہیں۔

اس کتاب کا نام ”دورثہ اسلامیہ بھی اہل یورپ کی اسلام کے متعلق ذہنیت کا پتہ دیتا ہے“
کہ اسلام مردہ نہیں کہنی مسلمان اس کتاب کو لکھتا تو اس کا نام
”زندہ اسلام کے زندہ اثرات“

رکھتا اور وہ کتاب بفضلہ تعالیٰ ان عیوب سے بھی پاک ہوتی جو اس انگریزی کتاب میں پائے
جاتے ہیں کاش کوئی صاحب اس کا ترجمہ کر کے حواشی ہی کے ذریعہ سے ان عیوب کو دور کر دیں
ذیل میں پروفیسر نکلسن صاحب کے مضمون کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ ذوقی

تصوف ”ازدائرہ نکلسن“ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ میں انڈیا میں کتاب ”مستیسیم“ (Mysticism)

کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اس کے ابتدائی صفحات پر میری نظر سے دو مقولے گزرے۔ ایک تو جرمنی کے زانا
وسلی کے ایک روحانی شخص کا تھا اور دوسرا انگلستان کے ایک مصنف کا جس کا حال ہی میں استعمال ہوا
ہے ان مقولوں کو دیکھ کر مجھے معاً یہ خیال گذرا کہ میں ان دونوں سے ملتے جلتے مسلمانوں کے مقولے

بھی پیش کر سکتا ہوں یہ ایک ہارٹ (جرمنی) کا مقولہ یہ ہے کہ:۔ ”خلوق جو کہ فی محض ہے ان کے استعمال

کی مجاز نہیں اور یہ لفظ صرف خدا ہی استعمال کر سکتا ہے“ اس مقولہ نے میرے دل میں اس یاد کو تازہ

کر دیا کہ ساڑھے تین سو سال قبل بغداد میں ابوالنصر سراج نے توحید کی تعریف کے سلسلہ میں بیان کیا

تھا کہ ”سوائے خدا کے کسی کی مجال نہیں کہ انا کہے کیونکہ انا ہے حقیقی خدا ہی کو سزاوار ہے“ اور ایڈورڈ

کاپینر (انگلستان) کا مقولہ یہ ہے کہ:۔ ”اس مشاہدہ میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جملہ جو اس فکر ایک جس بھی

لے پروفیسر نکلسن نہ تو یہاں تصوف کی تعریف بیان کرتے ہیں۔ نہ کسی اور طریقہ سے سمجھاتے ہیں کہ تصوف کے کہتے

ہیں۔ ابتدا ہی سے ان کی نظر مختلف اقوام کے مقولوں کی مثالوں پر ہوتی ہے اور انہیں مثالوں کو اسے چکر

وہ شہادتیں قرار دینے لگتے ہیں۔ (ذوقی)

اس مقولہ نے میری رہنمائی مصر کے شاعر اور ولی ابن الفارض (۱۱۷۳ء) کے ان اشعار کی جانب کی جن کا مطلب یہ ہے کہ:۔ ”میری آنکھ بولتی تھی اور میری زبان دیکھتی تھی۔ میرے کان باتیں کرتے تھے۔ اور میرے ہاتھ سنتے تھے جس وقت کہ میرا کان آنکھ بنا ہوا تھا اور سب کچھ دیکھتا تھا۔ میری آنکھ کان بنی ہوئی تھی اور گیت سن رہی تھی“ اس کا منشا یہ ہے کہ مشاہدہ خاص میں اس کے تمام حواس متفق تھے اور ایک ہی کام کر رہے تھے۔

یہ ایک توار وہ ہے جو بادی النظر میں شہادت کا حکم رکھتا ہے کیفیات روحانی اور بصیرت عرفانی میں مغرب اب بھی اسلام سے کچھ نہ کچھ سیکھ سکتا ہے۔ از منہ متوسطہ میں جب کہ مسلمانوں کے فلسفہ اور علوم کی شعاعیں ان کے اندسی مرکز سے نکل کر عیسوی یورپ پر پڑ رہی تھیں اور وہاں روشنی پھیلا رہی تھیں یورپ نے جو کچھ مسلمانوں سے سیکھا اور حاصل کیا اس کی تفصیل ابھی تک یا طلب ہے مگر اس میں شک نہیں کہ سیکھا بہت کچھ۔ حیرت کی بات ہوگی اگر اسلامی تصوف کے اثر کا نامس ایکوئٹاس، ایکہارٹ، اور ڈانسے جیسے لوگ بچے ہوں۔ کیونکہ تصوف کی مشترکہ زمین پر زماؤ وسطیٰ میں عیسویت اور اسلام باہم بہت متصل تھے۔ یہ واقعہ تاریخ پر مبنی ہے جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔ اس سے اس امر کا پتہ چل جائیگا کہ اس زمانہ کے دن کیتھولک اور مسلمان ارباب روحانیت کے خیالات اور طریقوں میں اس درجہ مماثلت ہے کہ دونوں ایک ہی سی روحانی ذہن کا نتیجہ معلوم ہوتے ہیں۔ کیتھولک چرچ نے تو اپنی ان روایات کو قائم رکھا مگر تیرہویں صدی عیسوی کے بعد اسلام میں روحانیت نے اس مذہب جدید کے فلسفہ کی جانب رخ کیا جو شرع لوگوں کی نگاہ میں مذہب حقیقی سے بالکل مختلف ہے۔

دوسری صدی ہجری کے اختتام کے قریب (۶۱۹ء-۶۸۱ء) ہیکو عراق میں لفظ صوفی سے نعت پڑتا ہے جس نام سے کہ بعد میں روحانی مسلمان پہچانے جانے لگے۔ اس کا صوف سے مشتق ہونا جو کہ

عیسائی راہیوں کا لباس تھا منجملہ ان علامات کے ہے جو کہ اس جانب رہنمائی کرتی ہیں۔ ماخذ کے مشکل سوال پر یہاں بحث نہیں ہو سکتی ہم پہلے اس پہلو پر غور کرتے ہیں کہ تصوف کی اصل اسلام ہے صوفیوں کا یہ دعویٰ کہ انہوں نے تصوف کو پیغمبرؐ سے اخذ کیا قابل وقت ہے۔ قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جو پیغمبرؐ کی شخصیت کے متعلق صحیح حالات لے کر ہم تک پہنچی ہے۔ اور اس میں رہبانیت اور اسرار مذہب کے عناصر دیگر عناصر کے ساتھ مخلوط ہیں۔ رہبانیت کے عناصر پر صوفیائے پیغمبر صاحب سے بھی زیادہ زور دیا ہے اور زیادہ گہرے معنی پہنائے ہیں مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تصوف نے قرآن سے کچھ نہیں لیا۔ اسلام جو کہ اپنی کتاب مقدس کا ہمیشہ سے بڑا احترام کرتے چلے آئے ہیں اور بچپن ہی میں اسے حفظ کر لیتے ہیں اور بڑے فور و خوض سے اس کی تلاوت کرتے ہیں اور تمام انسانی علوم کے حصول کی لئے کوشش کرتے ہیں اس خیال کی کسی طرح تائید نہیں کر سکتے اور تاریخی اعتبار سے یہ بات ہے بھی غلط۔ گو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیات کے متعلق اصولاً ظاہری یا باطنی تعلیم کا قاعدہ اور وضع طور پر نہیں دی تاہم قرآن میں دونوں کے لئے (یعنی ظاہری اور باطنی تعلیم کے لیے) خام مسالہ موجود ہے۔ خدا کے متعلق پیغمبر صاحب کے بیانات بیشتر جذبات اور کتر غور و خوض کا نتیجہ ہیں اور ان بیانات میں بظاہر کوئی صورتی تطبیق نہیں ہے۔ مشکلیں اسلام نے اپنے عقائد میں اللہ تعالیٰ کے رفیع الدرجات اور

لے بریں عقل و دانش بیاید عزیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیات کے متعلق جتنی بھی اچھی اور جتنی کمال تعلیم دی ہے اس سے بہتر نہ کسی اور نے دی نہ کوئی اور دے سکتا ہے۔ (ذوقی)۔

یہ خدا کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیانات نہ جذبات پر مبنی ہیں نہ غور و خوض پر بلکہ وحی الہی کا نتیجہ ہیں جو کہ سائنٹیفک حقیقات سے ماورا ہے بیانات مذکورہ میں اہل حجاب کے نزدیک باہم تطبیق صوری کا بظاہر نہ ہونا کوئی عجب نہیں امر نہیں اللہ تعالیٰ جا معاً خدا ہے اور اسے اس نگاہ سے نہیں دیکھا جاسکتا جس نگاہ سے ایک انسان کو دیکھا جاتا ہے۔ وہ محدود ہے اور جملہ اقسام کے عقیدات سے پاک۔ (ذوقی)

برتر ہونے کو داخل کیا مگر صوفیاء نے اتباع رسول میں اپنے عقائد میں اللہ کے رفیع الدرجات اور برتر ہونے کے ساتھ اس کے جاری اور ساری (حاضر و ناظر) ہونے کو بھی شامل کر لیا اور گو موخر لاندہ امر کی جانب قرآن میں اشارات ہیں مگر وہ اشارات اس درجہ واضح اور نمایاں نہیں جتنا کہ صوفیائے کبیر نے واضح اور نمایاں اور اہم قرار دیتے ہیں۔

اللَّهُ تَوَسُّعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ - اللہ تو ہے آسمانوں کا اور زمین کا (النور: ۲۵)
 هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ - وہی اول وہی آخر - وہی ظاہر وہی باطن - (الحدید: ۳)
 لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ قَدْ كُنِيَ هَذَا كَلِمَةً الْاَلَهِيَّةَ - نہیں ہے کوئی مالہ مگر وہ ہر چیز حالکے مگر ذات اس کی (القصاص: ۲۹)۔

وَكَفَّحَتْ فِيهِ مِنْ رُوحِي - اور پھونک دی بیچ اس کے روح اپنی سے لا بحر ع
 وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعَلْمَا تَوْسُو - اور البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے انسان کو اور ہم جانے
 بِه نَفْسُهُ دَخَنًا أَقْرَبَ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ - میں جو کچھ کہ خطرہ اس کے دل میں گذرتا ہے اور ہم
 الْوَسْرِيد - (ق - ع) انسان سے اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔
 فَإِنَّمَا تَوَلَّوْا قَوْمًا وَخِيَهُ اللَّهُ - پس جس ٹرون تم منہ کرو وہیں اللہ کا بھی منہ ہے (البقرہ: ۱۷۵)
 وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ تَوْسْرًا فَعَالَهُ مِنْ تَوْسْرِيَا - اور جس کو اللہ اور نہ عطا فرمائے اس کے لیے کہیں فور نہیں۔ (النور: ۲۹)۔

آیات مندرجہ بالا میں تمہارے تقویٰ یقیناً موجود ہیں اور صوفیائے متقدمین کے لیے قرآن صرف خدا کا کلام ہی نہیں بلکہ خدا سے قرب حاصل کرنے کا بڑا ذریعہ بھی ہے۔ کثرت عبادت اور قرآن پر بالعموم ^{بہت} جمعی اور بالخصوص سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت اور سورہ البقرہ کی پہلی آیت پر اسرار آیت ہے جو کہ مراجع سے متعلق ہیں غور و خوض کرنے اور مراقب رہنے سے ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اگر وسلم کے مشاہدات کو خود حاصل کرنے کی کوششیں کی ہیں۔

اب دمانی اور مکانی حالات پر بھی ذرا نظر ڈال دیکھو۔ جس سیاسی انقلاب نے دارالسلطنت کو دمشق سے بغداد کی طرف منتقل کیا اس نے اسلام کو ایک قدیم تر تمدن سے بھی متصل اور متصادم کر دیا اور گویا لائبرل اسلامی غلبہ نے اجنبی خیالات کو متا دیا مگر تاریخ شاہد ہے کہ اس نوعیت کے مقابلوں میں غلبہ کابل کبھی نہیں حاصل ہوتا۔ ہمارے زیر بحث اس وقت وہ عالمگیر تحریک ہے جو ان ممالک میں پھیل گئی تھی جہاں مسلمان مذہبی مباحثوں اور مناظروں میں عیسائیوں اور زرتشتیوں وغیرہ کے ساتھ رات دن مصروف رہتے تھے اور جہاں محکوم تو ہیں جو کہ نو مسلم تھیں اپنے جدید اختیار کردہ مذہب کو اپنی ضروریات کے مطابق بنانے کی کوشش میں بعض مرتبہ صدق دلی کے ساتھ اپنی پُرانی محبوب باتوں اور رسموں کی تائید میں تعلیم لیتے تھے۔ معاملہ فراہم کر لیتی تھیں صوفیوں کو قرآن کے باطنی پہلوؤں کا مطالعہ کنندہ تسلیم کرنا درست ہے مگر میرے خیال میں تصوف کو محض قرآن ہی کی تعلیم کا نتیجہ قرار دینا صحیح نہیں۔ تصوف نے یونانی فلسفہ کو اپنے میں جذب کرنا شروع کر دیا اور اب تک جو تاریخی شہادت مہیا ہو سکی ہے اس سے اسی جانب اشارہ پایا جاتا ہے کہ تصوف کا ماخذ اور اس کی ابتدائی نشوونما عیسائی رہبان اور یونانی باطنیوں کے اثرات سے متعلق ہے۔ ہم اچھی طرح یقین کر سکتے ہیں کہ عیسائی راہب کی شکل و صورت سے اصل اصلی اللہ علیہ والہ وسلم خوب آشنا ہوں گے اور اس شکل و صورت نے آپ کے متبعین کے لیے ایک نمونہ پیش کیا ہو گا جس کے مطابق وہ لوگ اپنی زندگی بسر کرتے ہوں گے۔ یہ مشہور کلمات کہ لا رہبانیۃ فی الاسلام جو کہ آپ سے منسوب کر دیے گئے ہیں حقیقت زمانہء بعد کا ایک انحراف ہے جو عیسائی تخیل کے خلاف کیا گیا ہے اور عیسائی اثرات کے اس وقت کے غلبہ کا ایک ثبوت ہے۔ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ پیغمبر صاحب نے قرآن میں رہبانیت کو جس میں کہ ترک کیا

لے ”ہو گا“ اور ”ہونگے“ کے الفاظ پر ذرا غور کیجئے اور ان غلیظت کی بنا پر پروفیسر صاحب کے استدلال کو ملاحظہ

فرمائیے (ذوقی)

بھی شامل ہے منع فرمایا ہے مگر سورۃ الحدید کی آیت نمبر ۲۰ کی تفسیر جو کہ تیسری صدی ہجری کے آخر تک تسلیم کی گئی ہے یہ ہے کہ اپنے ربمانیت کا حکم اس حیثیت سے فرمایا کہ وہ خدا کی مقرر کردہ ہے اور مذمت کا مستحق نہیں کو تو آ دیا جنہوں نے اس کو بگاڑ دیا۔

ابتدائی زمانہ کا اسلامی تصوف آنے والے عذاب الیم کی دہشت اور خوف، روزے اور گریہ زہد اور تقویٰ اور مناجاتوں کا ایک آتش خانہ تھا جس میں اس تصوف کی پرورش ہوتی تھی **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کے ہوتے ہوئے خدا کی عبادت اور خ کے خوف اور حبت کے لالچ سے کرنا چونکہ خدا کے ساتھ ایک اور معبود کو شامل کر لینا ہے یعنی غیر اللہ سے محبت یا خوف کو دل میں جگہ دے لینا ہے اس لئے صوفی صرف خدا ہی پر بھروسہ کرتا ہے جسے توکل کہتے ہیں اور خدا ہی کی رضامندی سے خوش ہوتا ہے جسے رضا کہتے ہیں مگر یہ قول فیصل نہیں معبودان (اہل) سے علیحدگی کا لازمی نتیجہ معبود برحق سے کامل لگاؤ ہے اور تصوف کی زبان میں اس کامل لگاؤ کو اصل حقیق ہونا کہتے ہیں اور یہ اصل عشق کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ یہ وہ بنیادی اصول ہے جس پر سارے مذہبی اور اخلاقی تصوف کا دار و مدار ہے۔ ہمارے (یعنی یورپ کے) مستند مصنفین نے اس خیال کو سب سے پہلے جن کے کلام میں وضاحت کے ساتھ اور نمایاں طور پر پایا وہ ایک

لہ یہاں تو پروفیسر صاحب نے غضب ہی کر دیا۔ اول تو قرآن میں جو احکام آئے ہیں وہ پختہ صاحب کی طرف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ دوسرے جس آیت کی رو سے ربمانیت کو پروفیسر صاحب حکم الہی کے مطابق قرار دیتے ہیں۔ ہے۔
وَرَبَّانِيَّةً يَا بَدْعُو هَانَا كُنْتُمْ عَلَيْهَا عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا وَوَضَوْنَا اللَّهُ اور ربمانیت انہوں نے یعنی نصاریٰ نے اپنی طرف سے نکالی تھی۔
فَأَرْعَوْهَا حَقًّا رِعَايَتِهَا حَقًّا تَيْنَا الدِّينِ ائْتُوا مَعَهُمْ ہم نے اسے اپنے لکھا تھا یعنی ہم نے انہیں اسکا حکم نہ دیا تھا۔

ایترہ سدر و کثیر مستھنرنا لدعون **سید جلیلوں نے خود اسے** اللہ کی رضامندی کی تلاش میں (اختیار کیا تھا تو احکام حق ادا کرنے کی رعایت ملحوظ رکھتی چاہئے تھی مگر انہوں نے رعایت نہ کی اس کی جیسا کہ حق تھا رعایت کرنیکا پس دیا جسے ان لوگوں کو کہ ایمان لائے ان میں سے نواب ان کا اور بیت ان میں سے فاسق میں

اس آیت سے تصوف ظاہر ہوتا ہے کہ ربمانیت کا حکم خدا کی طرف سے نہ تھا بلکہ ایک بدعت تھی جو کہ خود نصاریٰ نے ایجاد

کی تھی اور پھر یہی اس کا حق ادا نہ کر کے (باقی)

ولید میں جو رابعہ بصریہ کے نام سے موسوم ہیں (ششہ)۔ وہ ایک لونڈی تھیں جن کے والدین کی بابت کوئی علم نہیں معلوم نہیں کہ جہاں ان سے منسوب ہیں وہ ان کے ہی بھی یا نہیں۔ مگر ان اشعار میں ایک سو فی کا نصب العین ان قلبی کیفیات کو قرار دیا گیا ہے جو محبوب کے تصور سے دل میں برانگینتہ ہوتے ہیں ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ۔

”وود جوہ میں جن سے مجھے تیری محبت ہے، ایک ذاتی وجہ۔ اور دوسری وجہ یہ کہ تو مستحق ہے اس کا کہ تجھے محبت کی جائے۔ خود غرضاً نہ محبت سے مجھے کوئی سروکار نہیں مگر میرا ہر خیال تیری محبت سے سرشار ہے“
سب سے زیادہ خالص محبت تو وہ ہے جس میں تو میری نگاہ پرش کے سامنے نقاب اٹھا دے۔
اس میں میری کوئی تعریف ہے نہ اس میں بلکہ مہربانیت میں قابل تعریف تو ہی ہے۔“

یہ عقیدہ کہ وصول الی اللہ رحمت حق ہی پر موقوف ہے قرآن میں تو بہت کھینچ تان سے پایا جاتا ہے مگر حکم کو ایچلی، احادیث نبوی میں بہت زیادہ واضح ہے۔ مثلاً خدا فرماتا ہے کہ میرا بندہ میرے قریب آتا ہے، زانما ضرورت افعال ایک سے اور میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں ہوتا ہوں اس کا کان تاکہ مجھ سے سنے اور اس کی آنکھ تاکہ مجھ سے دیکھے اور اس کی زبان تاکہ میرے ذریعہ بات کرے اور اس کا ہاتھ تاکہ میرے ذریعہ گرفت کرے۔“

لے حضرت رابعہ بصریہ کے تفصیلی حالات اور کم سنی میں ان کے والدین کے فوت ہو جانے کے واقعات حضرت خواجہ فرید الدین عطار نے اپنی مشہور کتاب تذکرۃ الاولیاء میں صریح فرماتے ہیں۔ ذوقی۔

یہ نتیجہ کہ بقول پروفیسر مکن مہینن یورپ کو یہ خیال سب سے پہلے حضرت رابعہ بصریہ کے کلام میں نظر آیا اور قرآن پاک کی اس آیت پر مبنی نہ پڑی۔۔۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّهِ لَوْ رَدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ۔۔۔ اس آیت کی رو سے زایمان کا دار و مدار ہی عشق الہی پر ہے۔ پھر مجھے بھڑو مجھو نہ لہو عمل ان کتم یحییون اللہ فأتبعونی یحیی اللہ اس نوعیت کی دیگر آیات کو نہ دیکھا اور محبت الہی کو اسلام میں بعد کی چیز کہہ دیا۔ جن لوگوں کی قرآن مدافعی کا یہ حال ہو انہیں اسلامی مسائل و علم اٹھانے کی جرات کیجھو جوتی ہے؟ ذوقی۔

”تہ جس صورت کی جانب یہاں اشارہ ہے اس کی صحیح عبارت حبیب اللہ ہے اور عیشہ رہتا ہے بندہ میرا زندگی دھونڈتا ہے میرے ساتھ“

کثرت ذکر الہی سے صوفیاء اپنے سلوک کو شروع کر کے معرفت تک پہنچتے ہیں اور معرفت کی یہ تعریف
 کی گئی ہے کہ دل کی آنکھ سے مشاہدہ کر کے مراتب توحید کو معلوم کیا جائے۔ اس باطنی زندگی کی تشریح جو کہ
 تجربہ پر مبنی ہو سب سے پہلے بصرہ کے حادثہ مجاہدی شخص نے بیان کی۔ ان کی تصنیف رہا یہ حقوق
 اللہ جس کا ایک ہی قلمی نسخہ باقی ہے اور اس فورڈ میں اتنا موجود ہے راکت خیال اور جدت کا پتہ دیتا ہے،
 مگر اس میں موسوی اور عیسوی ماخذ سے بہت کچھ اخذ کیا گیا ہے۔ بقول مصنفین مابعد طریقت گل ہے مفقدا
 و احوال پر۔ پہلا مقام تو یہ ہے کہ اس کے بعد اور مقامات کا سلسلہ آتا ہے مثلاً ترک زہد، توکل، مقام
 آنے والے مقام کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہے تفصیل میں احکامات ہے مگر اجمال و عمومیت میں کوئی اطلاق
 نہیں۔ سالک کا سبق یہ ہوتا ہے کہ افعال قلب کا زیادہ خیال رکھے نسبت افعال جوارح کے نیت کو عمل کے معادلہ
 میں زیادہ اہمیت دے اور احکام شریعت کی تعمیل کرتے وقت اس بات کا خیال رکھے کہ ان احکام میں
 حقائق کی جانب اشارات و ہدایات ہیں۔ باوجود اس کے کہ ان اصولوں میں قانون شکنی کی جانب میلان
 ہے ان کا اثر مسلمان فقہاء پر اور غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) جیسے زبردست عالم الہیات پر اور سعدی (رحمۃ اللہ علیہ) جیسے
 ماہر اخلاقیات پر غالب رہا ہے صوفیوں پر یہ الزام تو نہیں آسکتا کہ انہیں اپنی جان کے ساتھ محبت رہی
 مگر یہ واقعہ ہے کہ بعض اوقات انہوں نے محبت الہی کی خاطر اپنے خارج از جماعت ہمسایوں کو بالخصوص ضرر
 پہنچایا۔ مگر آخر میں جا کر ان کے توحید کے تخیل نے ان کے لیے اس بات کو ناگہان کر دیا کہ وہ خدا سے تو محبت کریں

یہ بیان تک کہ دوست رکھتا ہوں میں اس کو اور جس وقت کہ
 احببتہ فکنت معہ الذی لیسع بہ وبصرہ الذی یبصر
 یہ ویدہ النی بیطش بہا در جلدہ التی مشی بہا
 فان سالتی لا عطیتہ و عن استعاذ فی لا عینہ (غزالی)
 ساتھ اس کے اور ہاتھ اس کا کہ پڑتا ہے ساتھ اس کے اور پاؤں اس کا کہ چلتا ہے ساتھ اس کے اور بینی اس کی کہ دیکھتا ہے
 بندہ العبتہ دیتا ہوں میں اس کو اور اگر شاہ پکڑتا ہے ساتھ میرے البتہ پناہ دیتا ہوں میں اس کو۔
 مگر مسلمانوں کے نزدیک یہ حدیث مشکوک یا جعلی ہو تو ہو۔ ان کے نزدیک تو نود باللہ قرآن بھی شکوک یا جعلی ہے۔
 مگر مسلمانوں کے نزدیک یہ حدیث نہایت صحیح ہے (دوقی)

مگر خدا کی مخلوق سے محبت نہ کریں۔

تیسری صدی ہجری کے صوفیوں نے اس باطنی مذہب کی مکمل طور پر علمی و علمی بنیادیں ڈالیں۔ ذوالنون
مصری نے اسلام میں معرفت کے خیال کو داخل کیا اور اس معرفت کا مفہوم یہ ہے کہ مخلقات استدلال اور روایات
کے ذریعہ علم حاصل کرنے کے کیف و حال کے ذریعہ علم حاصل کیا جائے جب ان سے پوچھا گیا کہ انہوں نے خدا کو
کیسے جانا تو جواب دیا کہ ”عرفت ربی برنی“ یعنی میں نے اپنے رب کو اپنے رب ہی کے ذریعہ سے پہچانا۔
اوٹیل دیونیسس (Dionysius) کے ان کا بھی مقولہ یہ ہے کہ:۔ خدا برعکس ہے ہر اس چیز

کے جو کہ تمہارے خیال میں آسکتی ہو۔ اور ان کا ایک قول یہ بھی ہے کہ:۔ ”خدا کا جس قدر عرفان
حاصل ہوتا جاتا ہے اسی قدر بندہ خدا میں فنا ہوتا جاتا ہے۔“ اس زمانہ کے بعد سے ہم دیکھتے ہیں کہ
اشارات و اصطلاحات کا استعمال زیادتی کے ساتھ شروع ہو چلا اور ان علوم کو خواص کے مختص
کر دیا گیا ہے۔ اوٹیل دیونیسس کا نول سے محفوظ رکھا گیا۔ ایران کے ابویزید یعنی بایزید بطنی نے فنا کے عقیدہ
کا اضافہ کیا۔ ممکن ہے کہ اس میں وہ ہندوستان والوں کے اس فلسفیانہ عقیدہ سے متاثر ہوئے ہوں کہ
ہر چیز کی جڑ ایک ہی ہے۔ اس کے بعد ہی فنا کا اثباتی لازمہ بقا بھی شامل عقائد کر دیا گیا۔ توحید
خالص تک پہنچنے میں ہر چیز کی نفی کرتے چلے جانے کی انتہائی کوشش نے بقول بایزید ہی کے ان پر

لے پر دینے سگن کو یہاں بھی التباس ہوا۔ ایسے موقعوں پر صوفیاء کو کرام لفظ ”برعکس“ نہیں استعمال کرنے بلکہ ”مادہ“ یا ”بڑے“
یا اسی نوع کے دوسرے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ انے بتر از خیال و قیاس و گمان و ہمہ و زمر چغتہ ایم و نیندیم و خواندہ ایم
اور یہ بات قرآنی تعلیم لیس کتبہ شئی کے بالکل مطابق (ذوقی)۔

لے یہاں بھی بیاٹے نفس کا نول کے جیہ الفاظ صحیح طور پر استعمال کئے جاتے ہیں۔ ”نا، ہوں گے کا نول سے“ (ذوقی)
لے ”فنا“ اور ”بقا“ کے مسائل عقائد سے اطلاق نہیں رکھتے نہ فنا و بقا عقائد میں شامل ہیں بلکہ یہ صرف اصطلاحات
ہیں جو عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کے نتائج بیان کرنے کے لئے وضع کی گئی ہیں۔

حضرت بایزید بطنی کو ہر چیز کی جڑ ایک ہونے کے متعلق ہندوستان والوں کے کسی فلسفیانہ عقیدہ سے
متاثر ہونے کی ضرورت نہیں۔ قرآن کی آیہ الی اللہ سے جمعکم جمیعاً۔ ان کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔

(ذوقی)

حجاب اٹھا دیا۔ زمانہ ما بعد میں ایرانی صوفیوں کے نزدیک بائزید نے وہ اہمیت حاصل کی کہ ان کے شطیحات مثل ”سبحانی“ اور عالم رویا میں ان کے حصول معراج کے قہقہے بیان کرنے سے صوفی تھکتے ہی نہیں بعض اقوال جو بائزید سے منسوب کئے جاتے ہیں یہ ہیں۔

”اٹھکی ساری مخلوق احوال کے تحت میں ہے مگر عارفان احوال سے مغلوب نہیں ہوتا کیونکہ اس کے آثار سب مٹ جاتے ہیں، اس کی ذات کسی اور کی ذات میں، اور اس کی صفات کسی اور کی صفات میں فنا ہو جاتی ہیں۔“

”تیس برس ہوئے کہ خداے برتر میرا آئینہ تھا۔ اب میں خود اپنا آئینہ ہوں۔ یعنی جو کہ میں تھا وہ اب میں نہیں رہا کیونکہ میں“ اور خدا کے الفاظ، توحید الہی کی نفی کرتے ہیں۔ چونکہ میں اب نہیں رہا خداے برتر اب اپنا آپ ہی آئینہ ہے میں کہتا ہوں کہ میں آئینہ ہوں کیونکہ وہ حقیقتاً خدا ہے جو میری زبان گفتگو کرتا ہے اور میں درمیان سے اٹھ گیا ہوں“

”میں بائزیدی سے اس طرح نکل گیا جس طرح سانپ اپنی کنبلی سے نکل جاتا ہے پھر میں نے دیکھا تو معلوم کیا کہ عاشق و معشوق و عشق ایک ہیں کیونکہ عالم توحید میں سب ایک ہیں۔“

بائزید اہل سکر کے محبوب پٹوہا ہیں۔ برعکس اس کے اہل صحو جنید بغدادی کے متبع ہیں جن کا نظریہ

وصل ان کے شاگرد حلاج نے بیابانہ حقیقت کے رنگ میں عملاً دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ جب حلاج

۱۰۰۰ء میں منصور حلاج اٹھارہ سال کی عمر میں ستر آئے اور دو برس حضرت عبد اللہ قسریؒ کی صحبت میں رہے پھر آپ بصرہ تشریف

لے گئے اور ڈیرہ میں حضرت عمرو بن عثمانؒ کی رحمت میں رہے۔ یہاں حضرت یعقوب انظرؒ رہنے اپنی صاحبزادی کا عقد آپ کے

ساتھ فرما دیا جب حضرت عمرو بن عثمانؒ کی رحمت میں رہے ناراض ہو گئے تو آپ بغداد گئے اور حضرت جنید بغدادیؒ کی رحمت میں اپنے

عمرو بن عثمانؒ کی رحمت میں ناراضی کا سبب بیان کیا حضرت جنید بغدادیؒ نے آپ کو خلوت اور سکوت کی تعلیم فرمائی۔ چند روز

بعد آپ حجاز چلے گئے اور ایک سال وہاں قیام کر کے واپس بغداد آئے اور حضرت جنید بغدادیؒ سے کوئی سوال کیا جس کا

جواب آپ نے نہ دیا اور فرمایا کہ تو بہت جلد لکڑھی کا سر سنج کرے گا یعنی سولی پر چڑھے گا۔ اس بات پر منصور حلاج ناراض ہو گئے

اور ستر چلے گئے اور ایک سال تک وہاں رہے۔ ان واقعات کی بنا پر پروفیسر کسنگن کا یہ کہنا غلط ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ

نزدقہ کے سنگین الزام میں گرفتار کیے گئے تو کوئی تعجب کی بات نہ ہوئی اگر جنید نے ان سے بریت کا اظہار کیا ان کی کتاب اللو اسین میں جو عقاید بیان کیے گئے ہیں وہ قطع نظر انا الحق کے بھی جو کہ ان عقائد کا اشتعال انگیز خلاصہ ہے مسلمانوں کو شعل کر دینے کے لیے کافی ہیں۔ مگر وہ عقائد اس درجہ انوکھے عمیق اور تائینی اہمیت رکھنے والے ہیں کہ ان کے اہم اجزاء کا خاکہ کھینچنے اور ان کے چند پہلوؤں کی جانب توجہ منبذول کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ یہ صورت حال ہی میں ممکن ہو سکی ہے۔ کیونکہ پروفیسر مسگن (Prof Massignon) نے علاج کے اوراق پریشان کا پتہ چلا کر ان کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔

بقول علاج کے خدانے جو کہ حقیقتاً مشق ہے انسان کو اپنی صورت پر اس غایت سے پیدا کیا کہ نہ صرف خدا ہی سے محبت کرے اپنے اندر روحانی انقلاب پیدا کر کے خدا کے عکس کا اپنے میں شاہد کرے اور رضائے الہی اور فطرت کا تابع ہو کر واصلِ باحق ہو جائے یہ ظاہر ہے کہ جس وصل کا علاج ذکر کرتے ہیں اور جس کا انھیں خود تجربہ ہوا وہ حلویوں کے ہمہ اوست سے کوئی سروکار نہیں رکھتا گو مسلم اور یورپین مہینین نے ایسا ہی لکھا ہے۔ علاج نے اپنے اظہار مطلب کی غرض سے حلول کی جو اصطلاح استعمال کی ہے وہ اس کے عم زمیوں کے ذہن میں منظریت کے عیسائی عقیدہ سے ملتس ہو گئی۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ علاج نے جہاں تک ذات کا تعلق ہے اس اصطلاح کو اس معنی میں استعمال کیا ہو۔ مگر ان کے دوسرے عجیب و غریب اقوال ایسے ہیں جن کی رو سے مسلمان صوفیاء میں انھیں سب سے زیادہ قریب روئے سمجھے معلوم ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک ولی واصل باللہ کا مرتبہ پیغمبر سے جو کہ خلق کے ساتھ مشغول رہتا ہے بڑھا ہوا ہے۔ ان کے نزدیک ولایت کا اعلیٰ نمونہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پیش نہیں کیا بلکہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے پیش کیا جو کہ برگزیدہ افسانیت کا نمونہ تھے اورستی حق میں اپنے ظاہر و باطن سے فنا ہو کر منظر حق و نما سندہ الہی

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ ۲۲۵ کے "نظریہ" واصل کا اظہار ربیبا کی کے ساتھ علاج نے کیا اور حضرت جنید رحم نے اپنی جان بچانے کی غرض سے علاج کی گرفتاری پر علاج سے بریت کا اظہار کر دیا۔

بن گئے تھے۔ حق تعالیٰ ان سے ظاہر ہوتا تھا۔ اور وہ خالق سے ظاہر ہوتے تھے اور حقیقۃً الحقائق ان پر محیط تھا۔ مزید برآں پروفیسر مسیگن (Massignon) کے قول کے بموجب علاج کا تخیل اصل یہ ہے کہ بندہ اصل با مرن ہو جائے اور یہ لفظ کن قرآن میں ولادت مسیح اور قیامت سے متعلق لایا گیا ہے۔ اس نوع کا دل احکامات الہی کی صحیح تفہیم اور شدید پابندی پر موقوف ہے۔ اس نوع کی تفہیم اور پابندی کے مستقلاً حصول کے بعد صوفی کی روح میں خدا کی روح آجاتی ہے جو کہ امر رب آفران سورہ بنی اسرائیل (آیت ۸۷) کا کرشمہ ہے پھر اس کے بعد بندہ کا فعل خدا کا فعل ہوتا ہے۔ علاج نے سبق پڑھا تھا کہ تقدیس کی تخیل بغیر معائب اور ذاتی قربانی کے حاصل نہیں ہوتی اس سبق میں پختگی کا ثبوت یہ ہے کہ میں بھی انہوں نے کوتاہی نہ کی۔ ۲۲ء میں انہیں دار پر کھینچا گیا۔ جب انہیں صلیب کے پاس لایا گیا اور انہوں نے صلیب کی میخوں کو دیکھا تو لوگوں کی جانب رخ کر کے ایک دعا مانگی جس کے آخری الفاظ یہ تھے۔

۱۔ معلوم علاج نے کیا لکھا اور پروفیسر مسیگن یا مسکن نے کیا کچھ لیا کیونکہ علاج کی اصلی تحریر اس وقت ہمارے سامنے نہیں۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ اس مسئلہ کے گلے میں بڑوں بڑوں سے غلطی ہوئی ہے۔ بات صرف اتنی ہی ہے کہ پیغمبر میں دو جہتیں ہوتی ہیں۔ ایک جہت حق یعنی وہ جہت جس سے وہ حق تعالیٰ سے متصل ہوتا ہے یا حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اخذ فیضان کرتا ہے۔ اور دوسری جہت خلق یعنی وہ جہت جس سے وہ خلق سے متصل ہوتا ہے یا خلق کی طرف متوجہ ہو کر خلق کی اصلاح کرتا ہے اور جو فیضان جہت اول کے ذریعہ اس نے حاصل کیا وہ خلق کو پہنچاتا ہے۔ جہت اول کو فضیلت دی جاتی ہے جہت ثانی پر کیونکہ توجہ الی الحق افضل ہے توجہ الی الخلق سے۔ توجہ الی الحق کو ولایت اور توجہ الی الخلق کو نبوت کہتے ہیں۔ پیغمبر میں ولایت اور نبوت کا اجتماع لازمی ہے۔ اور اس کی ذاتی ولایت کو اس کی ذاتی نبوت پر فضیلت ہے جب صوفیاء کی تقریروں میں اس نوع کی عبارت پائی جاتی ہے کہ ولایت کو نبوت پر فضیلت ہے تو اس کی یہی معنی ہوتے ہیں کہ ہر نبی کی ولایت کو اس کی نبوت پر شرف حاصل ہے۔ دوسریوں تو ہر نبی کو ہر ایسے ولی پر جو کہ نبی نہ ہو براعتبہ سے فضیلت حاصل ہے اور نبی آخر الزماں کو جملہ انبیاء پر ہر لحاظ سے فضیلت کلی حاصل ہے (ذوقی)

۲۔ اصل انگریزی کتاب میں عبارت کا یہ حصہ نہایت مشکل ہے۔ لفظ کن تو پوری کائنات اور کائنات کی ہر چیز کی تخلیق سے متعلق ہے۔ ولادت مسیح اور قیامت کی تخصیص کے کیا معنی۔ (ذوقی)

”اور اسے خدا! یہ لوگ جو مجھے قتل کرنے یہاں جمع ہوئے ہیں تیرے ہی مذہب کی پرورش حیات اور تیری ہی خوشنودی کے حصول کی تم میں آئے ہیں۔ تو انہیں معاف فرما دے۔ اور ان پر اپنی رحمت نازل فرما۔ کیونکہ اگر تو نے ان پر وہ بات ظاہر کر دی ہوتی جو بات کہ تو نے چھپری ہوئی ہے تو وہ اس کام کو نہ کرتے جس کام کو انہوں نے کیا۔ اور اگر تو نے مجھ سے وہ بات پوشیدہ رکھی ہوتی جو بات کہتے ان سے پوشیدہ رکھی تو میں ان شدید مصائب میں مبتلا نہ ہوتا۔ تیری شان عظیم ہے۔ توجہ چاہے ارادہ فرمائے اور جو چاہے کرے۔ تجھے سب زیب دیتا ہے۔“ (باقی)

الجهاد في الاسلام

سید ابوالاعلیٰ مودودی

مختصر فہرست مضامین حسب ذیل ہے۔۔۔

اسلامی جہاد کی حقیقت | اس میں بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم جہاد کا کونسا حقیقی پر نبی و اور تمام تمدن میں روح جہاد کا کیا مرتبہ ہے

مذہب و جنگ | وہ اعتراض جن سے لے کر قرآن نے دفاعی جنگ کا حکم دیا ہے۔

اسلامی جنگ | اصول، مقاصد کی تشریح اور ان اعتراضات کا مدلل جواب جو اس نوع کی جنگ پر کیے جاتے ہیں

اسلام اور خوراک | وہ تعلق جو اسلام اور خوراک کے درمیان ہے اور اس کی تشریح اور اس کے ساتھ ساتھ اسلام میں طیارہ کا کیا حصہ ہے۔

توازن جنگ | اسلام میں جنگ کے دو حلیہ ہیں: دفاعی اور ان میں اسلام کی اصلاحات۔

جنگ کے دو سرتر اہم اصول | جنگ کے متعلق ہندو مذہب یا بودھ مت میں اور عیسائیت کی تعلیمات کی تشریح اور اسلام سے ان کا مقابلہ

جنگ اور تہذیب | اسلام اور اسلامی قانون جنگ کی تفصیل اور اسلامی قانون جنگ سے اس کا مقابلہ۔

مذہب و جنگ | اس میں بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم جہاد کا کونسا حقیقی پر نبی و اور تمام تمدن میں روح جہاد کا کیا مرتبہ ہے

دفتر ترجمان القرآن حیدرآباد دکن